اُردو ریسرچ جرنل "تشکیل" جلد:3، شمارہ:1 (جنوری تا جون 2025ء)
ISSN (Online): 3007-3294, ISSN (Print): 3007-3286, HEC Recognized Y-Category Journal

ربیعہ انمول
ایم فل اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

کشور ناہید کے ادبی کالم: تجزیاتی مطالعہ

Rabiya Anmol
Mphil Urdu, University of Punjab, Lahore

Kishwar Naheed's Literary Columns: An Analytical Study

ABSTRACT
Kishwar Naheed, a prominent Pakistani poetess, writer, and literary columnist, is known for her profound contributions to Urdu literature. Her work often explores themes of feminism, social justice, and resistance, reflecting her commitment to giving voice to the marginalized, especially women. As a literary columnist, Naheed brings a unique perspective, blending her poetic sensibility with a fierce critical eye. Her columns address contemporary socio-political issues, examining the complexities of Pakistani society with a focus on cultural and literary traditions. Through her writing, Naheed not only critiques societal norms but also celebrates resilience, drawing from personal experiences and cultural heritage to advocate for progressive change. This article attempts to analyze the central themes of her literary columns, which she regards as addressing the pressing needs of the present time.

Keywords: *Kishwar Naheed, Literary Columns, Feminism, Resistance, Social Justice, Socio-polictical Issues, Pakistani Society, Progressive change, Dukkan e Mata e Hunar, Gumshuda Yaadon ki wapesi, Zakhm Bardashta*

کشور کا اصل نام کشور جہاں تھا لیکن اس زمانے میں مختلف رسائل میں شعرا و اُدباکے نام کے ساتھ دوسرا قلمی نام درج ہوتا تھا۔ اسی روش میں انھوں نے اپنا نام "کشور ناہید" رکھا اور اب تک اسی نام سے معروف ہیں۔کشور ناہید کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے گوتم بدھ کی اس بات کو غلط ثابت کیا ہے جس میں اس نے کہا کہ جس تحریک میں عورت شامل ہو جائے اس کی عمر کم رہ جاتی ہے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔کشور ناہید جس ادبی تحریک کا حصہ بنتی ہیں اس میں ادب بڑھتا چلا جاتا ہے، وہ جس طرف بھی جاتی ہیں ادب ہو یا نوکری وہاں معیار اچھے سے اچھا ہوتا چلا جاتا ہے۔ادب اور ادیبوں کی بات کرنے کے لیے وہ ہر جگہ تیار رہتی ہیں۔محبت، ہمدردی، پیار، دوست پروری، انجمن آرائی، حق گوئی اور مدد کرنے والے

روپے ہر وقت ان کو بھاتے ہیں۔شہرت بخاری اپنے مضمون "جاگتی گھڑیاں" میں انھیں ادیبوں اور شاعروں کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیتے ہیں۔

کشور ناہید کا شعری کلیات "دشتِ قیس میں لیلیٰ" اور "فتنہ سامانیِ دل" کے ناموں سے شائع ہو چکا ہے۔ اُن کی آپ بیتی "بری عورت کی کتھا" اور "بری عورت کی دوسری کتھا" کے ناموں سے دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اِس کے علاوہ ان کے اُردو کالموں کی سات کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ "دکانِ متاعِ ہنر"، "ورق ورق آئینہ"، "زخم بر داشتہ (پاکستان کہانی)"، "گمشدہ یادوں کی واپسی"، "گستاخی"، "ہزار داستان" اور "بند درازوں کی چیخیں" ان کے کالموں کے مجموعے ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے بچوں کے لیے بھی کہانیاں لکھیں جس میں "مغرور گھوڑا"، "سونے کا کلہاڑا" اور "جادو کی ہنڈیا" شامل ہے۔

کالم ایسی تحریر ہے جس میں زندگی کے ہر موضوع کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ طب، معاشرت، سائنس، تفریح، ادبی، ذہنی، ثقافتی اور قانونی موضوع پر کالم لکھا گیا ہے۔ صحافت میں زیبِ زندگی کا رنگ نمایاں دکھانے کے لیے کالم کی تحریر بھی سامنے آئی۔ زندگی اور صحافت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ زندگی ہو گی تو خبر بنے گی اور پھر اس پہ تبصرے، کالم اور فیچر لکھے جائیں گے۔ کالم ایک مخصوص تحریر ہے جسے موضوع کے تحت غیر رسمی انداز میں لکھا جاتا ہے۔ اِس کے لیے خاص تخلیق حوالے یا درجاتی تقسیم کی ضرورت نہیں بلکہ یہ موضوع کی مناسبت سے کالم نگار اپنی رائے اور خبر کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اخبارات میں مختلف عنوانات کے تحت مختلف تحاریر شائع ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی کوئی ایک تعریف متعین کرنا ممکن نہیں۔ ابن انشا کا کہنا ہے کہ جس طرح مضمون ایک بے کراں چیز ہے اسی طرح میں کالم کو بھی بے کراں سمجھتا ہوں۔ کالم کا طرزِ تحریر عام تحریر سے الگ ہوتا ہے۔ کسی بھی غیر معمولی بات، غیر معمولی حادثے یا واقعات کو مختلف ڈھنگ میں بیان کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں کالم نویسوں کو طنزاً روشن دان اور قصیدہ گو بھی کہا جاتا ہے۔ کسی الجھے ہوئے معاملے کی گتھی کو سلجھانے کے لیے کالم نویس قلم اٹھاتا ہے۔ اردو صحافت میں کالم کا کردار بہت اہم ہے۔ صحافت کا بیشتر حصہ کالم پر مشتمل ہے۔ آج کل کوئی بھی اخبار کالم سے خالی نہیں ہر چھوٹے بڑے اخبار میں کالم کا صفحہ الگ سے موجود ہوتا ہے۔ کالم کی مختصر مگر جامع تعریف سید اقبال قادری نے یوں کی ہے:

> "کالم ایک ایسا صحافتی فیچر ہے جس میں کالم نویس منتخب موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کسی بھی معاملے کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔"(1)

کالم جدید صحافت کا اہم جزو ہے۔ کالم سے مراد کسی خاص موضوع پر خاص عنوان کے تحت لکھی جانے والی تحریر ہے۔ سیاسی و معاشی خبروں کو اپنی رائے کے ساتھ شگفتہ اور غیر رسمی انداز میں کالم نگار بیان کرتا ہے۔ اُردو میں کالم کا لفظ انگریزی کے توسط سے آیا ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ یہ لاطینی لفظ colomne سے ماخوذ ہے۔ جس کے معانی کھمبایا

ستون کے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ انگریزی سے جوں کا توں اپنالیا گیا ہے۔ اُردو انسائیکلوپیڈیا میں اس کے لیے اخبار کا خانہ، اخبار کا مستقل عنوان والا حصہ یا ستون ہے۔ اصطلاح میں کالم سے مراد ایسی تحریر ہے۔ جو مستقل طور پر کالم نویس کے نام کے ساتھ شائع ہوتی ہے۔ صحافتی اصطلاح میں کالم سے مراد مخصوص عنوان کے تحت اخبار کے عمودی صفحے پر چھپنے والی تحریر ہے۔ کالم ایک مخصوص تحریر ہے جسے موضوع کے تحت غیر رسمی انداز میں لکھا جاتا ہے۔ اس کے لیے خاص تخلیق حوالے یا درجاتی تقسیم کی ضرورت نہیں بلکہ یہ موضوع کی مناسبت سے کالم نگار اپنی رائے اور خبر کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں کشور ناہید نے کالم نویسی کا آغاز کیا۔ سیاسی لحاظ سے وہ دور بہت عروج پر نہ سہی لیکن بیسویں صدی کی بے شمار ایجادات نے ہر فرد کی زندگی کو تیز ترین کر دیا تھا۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے خبریں، ہوائی جہاز کے ذریعے سفر اور کمپیوٹر کے ذریعے علم پھیلنے لگا۔ نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی سفر اور معلومات اخباروں، رسائل اور ٹی وی کا حصہ بننے لگیں۔ اخباروں کی اشاعت کا سلسلہ اس قدر بڑھ گیا کہ کئی کئی لاکھ کاپیاں شائع ہونے لگیں۔ ادبی و ثقافتی پروگرام اور تحاریر سامنے آنے لگیں۔ اخباروں کی اس ترقی کا ایک فائدہ ادیبوں کو بھی ہوا جس میں انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے قوم کو ادب، ثقافت، سیاست، کھیل اور ایجادات کی خبریں دینی شروع کیں۔ اپنی تحریروں کے ذریعے ادبی سرگرمیوں کا تذکرہ اور ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے قلم اٹھایا۔ ادبی کانفرنسوں، میلوں اور شخصیات وغیرہ پر مختلف موضوعات کے تحت کالم لکھے جانے لگے۔ اسی طرز کو کشور نے بھی روا رکھا اور اپنے کالموں میں ادب و شخصیت کو موضوع بنا کر نئے ادب اور جدید ادبی دنیا سے روشناس کروایا۔ لکھنے والے کی قدر شناسی اور ماضی کے دانشوروں کا مقام و مرتبہ بیان کیا۔ ادب سے متعلق مسائل اور ان کا حل اپنے کالموں میں بیان کیا۔ کہیں یہ اپنی رائے اور بعض جگہوں پر عمومی رائے سے کام لیا۔ کالم کا تعلق صرف ادبی شخصیت سے نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے حالات، واقعات اور افکار و حوادث سے بھی ہوتا ہے۔ کڑکتی دھوپ میں گزرنے والے لمحوں کو اور ٹھنڈے شجر کی چھاؤں کو ادیب اپنے لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ تعریف و توضیح ہو یا تنقیدی نظر کالم دوست و دشمن کے لیے یکساں سامانِ آسودگی پیدا کرتا ہے۔ ادبی کالموں میں سماجی عمل کو بھی دخل حاصل ہے۔ سلیم اختر کی کتاب "بنیاد پرستی" کی اشاعت پر جہاں اور بہت سے مصنفین نے تبصرے، فیچر اور کالم تحریر کیے وہاں کشور ناہید نے بھی اس پر ایک کالم "کتاب بنیاد پرستی کہ جس کا احتساب لاؤڈ سپیکر کے نام ہے" کے عنوان سے تحریر کیا۔ کشور کا یہ کالم کتاب کے تعارف کے معاملے میں بہت اہم ہے۔ کتاب تاریخی، تہذیبی، تمدنی اور عمرانی نوعیت کی ہے۔ منطق اور فلسفے کے متعلق اس کتاب میں سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ عقلی دلائل کی روشنی میں ان کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس تصنیف کی سادگی اور پرکاری پر کشور ناہید رشک کرتی ہیں۔ کالم کے شروع میں کتاب کے ابواب کا تعارف

دیتی ہیں پھر کتاب کے موضوعات بیان کرتی ہیں اور آخر میں اپنی ناقدانہ رائے پیش کرتی ہیں۔ سلیم اختر کی کتاب کے حوالے سے ان کا یہ کالم اہمیت رکھتا ہے۔ اس تصنیف کے موضوع کو سراہتے ہوئے لکھتی ہیں:

"بہت خرابی کے بعد، ایک کتاب سنجیدگی سے ان تمام سرخیوں، نفرتوں اور بے لگام فتوؤں کا تجزیہ کرتی ہے کہ جن کے بارے میں ہم سب نے سنجیدگی سے نہ تجزیہ کیا اور نہ ابھی تک لائحہ عمل بنایا۔"(2)

کشور ناہید کے ہاں نہ صرف پاکستانی ادب ملتا ہے بلکہ بر سبیلِ تذکرہ وہ مختلف ملکوں کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتی ہیں۔ اپنے کالم "یادیں، تاریخ کب بنتی ہیں" میں وہ فرانس کی مشہور ادیبہ انائس نن کی اُس ڈائری کا تذکرہ کرتی ہیں جس میں انھوں نے اپنے گھر آنے والے دانشوروں، مصوروں اور فنکاروں کی یادوں کو قلمبند کیا ہے۔ کالم کا اصل موضوع آغا ناصر اور سرفراز اقبال کی کتاب ہے جو کہ یادداشتوں کے حوالے سے ہے۔ کشور ناہید نے ان کتابوں کے موضوع پر بات کی ہے۔ ادبی دنیا کے حقائق ان یادداشتوں میں محفوظ ہیں۔ کالم میں یوں لکھتی ہیں :

"میں جب بھی بانگِ درا کھولتی ہوں تو بار بار جس نظم کو پڑھ کر سیر نہیں ہوتی وہ ہے علامہ اقبال کی نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" بس آغا ناصر کی کتاب کا آخری مضمون "غفاری بیگم" اس طرح کی جذباتی اور حسیت کی تہذیب رکھتا ہے۔"(3)

مضمون کی تعریف کا یہ الگ انداز ہمیں کشور کے ہاں ملتا ہے۔ آپ بیتیوں کے ضمن میں لکھا گیا کالم شروع انتظار حسین کی آپ بیتی "چراغوں کا دھواں" سے ہوتا ہے۔ اس کا دلچسپ عنصر یہ ہے کہ تمام اچھی آپ بیتیوں کا ذکر کرتی چلی جاتی ہیں۔ انھوں نے اس کالم میں انتظار حسین کی خود نوشت پر جو تبصرہ لکھا وہ غیر جانبدار ہے۔ جہاں اس کتاب کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ یہ بہت سے لوگوں سے ملاقات کرواتی ہے وہاں اس کی خامی بیان کرتے لکھتی ہیں:

"زندگی کیا صرف چند دوست، حلقہ اربابِ ذوق اور گزشتہ کالموں کے حوالے سے جزئیات کو سمیٹنے کا نام ہے۔ تو پھر بچپن کہاں گیا، وہ نانی اماں کہاں گئیں وہ یکہ کہاں گیا وہ ساون، جھولے کہاں گئے۔"(4)

تعریف کے ساتھ ساتھ خامیوں کا تذکرہ بھی بڑے سیدھے سادے انداز میں کرتی ہیں۔ سخت لہجہ اور تنقیدی رویہ نہیں اپناتی بلکہ جہاں کہیں کمی خامی ہو مثال کے ساتھ واضح انداز میں بیان کرتی ہیں۔ کشور ناہید کے کالموں کا انداز سنجیدہ ہے۔ وہ سیاسی یا ادبی کالموں میں مزاح کا سہارا نہیں لیتی۔ مدلل انداز میں سنجیدگی سے بات کرتی ہیں۔ زمانے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتی ہیں اور مرض کا علاج بھی بتاتی ہیں۔ جدید دور میں طنز و مزاح کا رجحان بھی بدل گیا ہے۔ اب یہ صرف بیوی یا شوہر کے لطیفوں، ساس کے طعنوں اور شاپنگ تک محدود رہ گیا ہے۔ انور مسعود مزاح نگاری کی عہد ساز

شخصیت ہیں۔ اپنے ایک کالم میں کشور نے لکھا ہے کہ انور مسعود تک تو حالات و واقعات پر صرف چوٹ نظر آتی ہے لیکن بعد میں آنے والے اودھ پنچ کے مریدوں نے مزاح کو اور اس کے موضوعات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ پھیکے اور بے سود نخروں والے اشعار اب نہ صرف ملک میں بلکہ دیارِ غیر میں بھی خوب بِک رہے ہیں۔ کشور ناہید کے کئی کالم ادبی اور سیاسی لوگوں کی وفات پر تعزیتی کالم ہیں۔ ان کے سب کالموں کے مجموعوں میں اس نوعیت کے کالم موجود ہیں۔ زخم برداشتہ (پاکستان کہانی) میں احمد فراز کی وفات کو وہ ادب کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیتی ہیں۔ احمد فراز پر لکھے گئے کالم میں اپنے غم کا اظہار شعری صورت میں بھی کرتی ہیں جس سے احمد فراز سے ان کی محبت وعقیدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کے کالموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادب کی کوئی نئی کتاب شائع ہو اور وہ کشور ناہید کی نظر سے نہ گزرے یہ ممکن نہیں ہے۔ آغا ناصر کی کتاب "ہم جیتے جی مصروف رہے" پر ان کا تبصرہ کالم کی صورت بہت خوبصورت ہے۔ پہلے کتاب کا تعارف پھر موضوع کا تعارف اور پھر ادیب کی محبت اور مقام و مرتبے کے لیے آواز اٹھاتی ہیں۔ یہ کتاب فیض احمد فیض پر ہے لیکن جلاوطنی کے دکھ کو دوسرے شاعروں سے منسوب کر کے اس کالم میں وہ ادب کی تاریخ سامنے لائی ہیں کہ کس طرح بے گھری کے دکھ کو ان شاعروں نے بیان کیا اور اس بیان نے ان کو اُردو کے عظیم شعرا کی صف میں جگہ دی۔ کشور اسی ایک کالم میں بہت سی معلومات دیتی جاتی ہیں جو ان کے کالم کی مقبولیت کا بنیادی عنصر ہے اور یہی ادب کے قاری کو بھی اخبار کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کالم ایک ایسی تحریر بن گئے ہیں کہ جب ہم کسی بھی عہد کے کالم پڑھتے ہیں تو اس دور میں ہونے والی سماجی، سیاسی اور ادبی سرگرمیاں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اخبار روزانہ کی خبریں دیتا ہے اور کالم نگار روزانہ کے معمولات پر تبصرہ یا بحث کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور میں وقت کی کمی کے باعث لوگ داستان، ناول یا ڈرامے پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ افسانے اور کالم کا دور یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ کشور ناہید اپنے کالموں کے بارے میں خود لکھتی ہیں :

> "چراغ حسن حسرت، احمد ندیم قاسمی اور انتظار حسین کے کالموں کو پڑھو تو ان کے زمانے کی ساری سیاسی اور سماجی زندگی ایسے سامنے آتی ہے۔ لگتا ہے آپ انہی زمانوں میں زندہ ہیں۔ میں جب اپنے کالموں کی جانب نظر کرتی ہوں تو بہت سے وہ لوگ جو بچھڑ گئے، بہت سے وہ مسائل جو اور تکلیف دہ ہو گئے، وہ ساری شعبدہ بازیاں جو کبھی مذہب کے نام پر تو کبھی ملک کو خطرناک مسائل سے بچانے کے نام پر ہم پاکستانیوں کے ساتھ روا رکھی جاتی ہیں۔"(5)

کالم نگاری میں کوئی ایسا لگا بندھا اصول نہیں ہے جس کے تحت ہم کہہ سکیں کہ کالم اچھا ہے یا برا ہے۔ بہترین کالم نگار کا تعین کرنا بھی مشکل ہے۔ جس کی بنیاد پر ہم اچھے اور بہترین کالم نگاروں کو علیحدہ کر سکیں لیکن یہ ضرور ہے کہ جن کالم

نگاروں کے ہاں ادبی چاشنی پائی جاتی ہے ان کے کالم دیر پا اثر کے حامل ہوتے ہیں۔ کالم تنقیدی رائے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد اجمل نیازی اپنے ایک کالم "بے نیازیاں" میں ادبی کالم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"آج کل ادبی کالم لکھنے کا رواج نہیں مگر کالم میں اسلوب کو محبوب بنایا جائے، اچھی نثر لکھی جائے کہیں کہیں مزاح کا بھی تڑکا لگایا جائے تو مزا آجاتا ہے۔"(6)

کشور ناہید نہ صرف پاکستانی ادیب کی وفات کا نوحہ لکھتی ہیں بلکہ وہ ہر ملک میں ادیب کی وفات پر غم و الم کا اظہار کرتی ہیں۔ ادیب معاشرے کو دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ جہاں بھی ادیب بستے ہیں وہ ان کو اپنا خاندان اپنا قبیلہ سمجھتی ہیں۔ ایک کالم میں انھوں نے نڈر مہا شویتا دیوی جو کہ بہترین تخلیق کار تھیں، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ اُن کی وفات پر کشور نہایت افسردہ نظر آتی ہیں۔ کالم میں کشور نے پاکستانی ادیبوں کی وفات سے بات شروع کی آگے چل کر مہا شویتا دیوی کا ذکر کیا اور پھر آخر میں ضمناً بیگم بھٹو کی سادگی کی تعریف بھی کی ہے۔ کشور نے ان ادیب خواتین کا ذکر کیا ہے جو صرف لکھنا جانتی ہیں۔ تجربات کو محسوس نہیں کرتیں۔ ان کی رائے ہے کہ کوئی بھی ادیب خواہ مرد ہو یا عورت، غربت پر تب ہی اچھا لکھ سکتا ہے جب اس نے اپنے بچوں کی بھوک دیکھی ہو۔ امیروں کی محفل میں غربت کو موضوع بنا بھی لیا جائے خاص نتائج نہیں ملتے۔ کشور اپنے الفاظ میں اس کو یوں بیان کرتی ہیں:

"ان دونوں سے زیادہ بیگم بھٹو تھیں۔ جن کی سادگی بے پناہ تھی۔ بیٹوں کی موت اور شوہر کی پھانسی، اس عورت کی طاقت دفن کر گئی مگر میں تو لکھنے والیوں میں ایسی روح تلاش کرنے بیٹھی تھی، بے وقوف کشور ناہید! ان میں سے بیشتر نے تو ملک کی غربت میں لپٹی عورتوں کو دیکھا ہی نہیں یا یوں کہوں ان کو کسی نے موقع ہی نہیں دیا۔"(7)

کتابیں جو بھی موضوعات رکھتی ہوں پڑھنے والوں کے لیے ہمیشہ اہم ہوتی ہیں۔ افسانے، ناول، ڈرامے، آپ بیتیاں، نظمیں اور غزلیں جذبات کو بیان کرنے کے یہ سب مختلف انداز ہیں۔ کبھی مصنف کہانی کی صورت میں لکھ دیتا ہے کبھی نظم کر دیتا ہے۔ پڑھنے والے کے لیے دلچسپی پیدا کرنے کے لیے بہترین اسلوب بھی استعمال کرتا ہے۔ انیس ہارون کی آپ بیتی "مہکے گل فصلِ گل" کشور نے اس کتاب کا ذکر اپنے ایک کالم میں کیا ہے۔ آپ بیتی میں سیاسی منظر نامے کو زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ کشور نے اس ایک کالم میں چار کتب کا تعارف دیا ہے اور ان کی ادبی حیثیت اور مختصر تنقیدی رائے پیش کی ہے۔ باقی تمام کالم نگاروں سے ان کے کالم اس لیے الگ ہیں کیوں کہ ان کے ایک کالم میں بہت سی علمی اور تنقیدی معلومات مل جاتی ہیں۔ انیس ہارون کے بعد مظفر علی سید کے مضامین کی کتاب کا ذکر کیا جس کو اردو کے مایہ ناز ادیب انتظار حسین اور سائرہ علوی نے مرتب کیا ہے۔ تیسری کتاب رخشندہ جلیل کی ہے جو کہ انتظار حسین کی کتاب "آگے سمندر ہے" کا ترجمہ ہے۔ آخر میں مبین مرزا کی کتاب "تابانی" کا تذکرہ کیا ہے کہ اسے پڑھ رہی ہوں۔ اتنی

ساری کتابوں کا ذکر تو کشور ناہید نے کیا ہے لیکن ان پر کوئی خاص بات نہیں کی نہ ہی ان پر کوئی اہم تنقیدی نکتہ پیش کیا ہے۔ مرزا حامد بیگ نے ایک گفتگو کے دوران انکشاف کیا تھا کہ کشور ناہید اپنے مطلب کی کتب کو بہت دلچسپی سے پڑھتی ہیں۔ ساری کتب کا مطالعہ وہ نہیں کرتیں بلکہ چند ایک جگہ سے پڑھ کر لکھتی ہیں لیکن پھر ان کی رائے اس بارے میں پختہ ہوتی ہے۔ کشور ناہید کے ادیبوں اور شعرا سے تعلقات بہت وسیع ہیں۔ بعض سے وہ ان کی تصانیف کی وجہ سے ملتی ہیں اور بعض سے اچھے تعلق کی بنا پر۔ کشور کے ہاں اچھا لکھنے والوں کی اہمیت زیادہ ہے جو ادب کو بہترین سرمایہ عطا کرتے ہیں۔ ایک تحریر میں کشور نے منو بھائی کے دورِ صحافت اور ان کی تحریروں کو بیان کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ ان حادثات کی نشاندہی بھی کی ہے جس کے لیے منو بھائی کے قلم کی سیاہی سوکھ گئی تھی۔ کشور ناہید نے منو بھائی کے کالموں کی تعریف بھی کی ہے اور ان کے 60 سالہ دور صحافت میں ہونے والے واقعات و سانحات کو بھی موضوع بنایا ہے۔ بظاہر تو کالم اخبار میں چھپنے کے لیے لکھے جاتے ہیں لیکن جدید دور میں ان کی تنقیدی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ طویل مضامین اور طویل کتب لکھنے سے بہتر کالم نگاری ہے۔ کتاب کا تعارف تنقیدی رائے کے ساتھ قاری کے سامنے آ جاتا ہے۔ منو بھائی کے کالموں پر کشور ناہید کی رائے بہت اہمیت کی حامل ہے:

> "اسے میں آج کے مردوں کا راشد الخیری کہتی ہوں کہ لوگوں کی وفات پر ایسے ظالم کالم لکھتا ہے کہ نہ جاننے والا شخص بھی رو پڑتا ہے۔"(8)

ظفر اقبال نے اپنی کتاب "لاتنقید" میں کہا ہے کہ جب تک شاعر خود تنقید نہیں لکھے گا نئے زاویے اور نئے ذائقے سامنے نہیں آئیں گے۔ کشور چوں کہ شاعری سے تعلق رکھتی ہیں اس لیے ان کے ہاں شعری تنقید زیادہ اچھی اور پختہ ملتی ہے۔ ظفر اقبال کی کتاب کو مصنفہ نے پسند کیا۔ شاعری جو آج کل جدید رجحان کی طرف چل نکلی ہے۔ شعری مجموعہ شائع کرنے کی جلدی نے شعرا میں فن ختم کر دیا ہے۔ ظفر اقبال نے اُردو شاعری کے بارے میں جو انکشافات کیے ہیں کشور ان سب سے اتفاق کرتی ہیں۔ شہزاد احمد کے بارے میں ظفر اقبال اور کشور کی رائے یہی ہے کہ وہ ایک مصرعے کا شاعر ہے۔ شعر کا پہلا مصرعہ بہت خوبصورت اور جاندار ہوتا ہے اور دوسرا مصرعہ برابر کا نہیں لاتے۔ سیاست میں جالبی اور فیض کو سراہا ہے۔ کالم کے آخر میں کتاب سے علم حاصل کرنے والے شعرا کو اہم قرار دیا ہے۔ پورے کالم میں انھوں نے ظفر اقبال کی کتاب کا مختصر جائزہ لیا ہے۔ اہم پہلو واضح کئے ہیں۔ اس طریقے سے کتاب پڑھنے میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب "ہزار داستان" میں موجود ایک کالم "شاہ لطیف کو آج کی سسی اور ماروی ڈھونڈتی ہیں" بہت ہی اچھی تحریر ہے۔ کشور نے شاہ عبد الطیف کو مخاطب کر کے سندھ کے حالات و واقعات کو بیان کیا ہے۔ شاہ نے اپنے سفر کے دوران عشق کی جو مصیبتیں سہی تھیں ان کا ذکر اپنی شاعری میں کیا تھا۔ کشور نے ان کی شاعری کی مثالیں دے کر سندھ کی عورتوں کے اور عوام کے مسائل بیان کئے ہیں۔ شاہ لطیف کی

شاعری کی ہیروئن سسی اور ماروی کے دکھوں کو آج کی عورت کے دکھ کے ساتھ جوڑا ہے۔ عشقیہ داستانوں کو کس طرح آج کے دور سے جوڑا ہے۔ اقتباس دیکھیے:

> "سسی وہ تو اپنے زمانے میں پہاڑ میں دفن ہو گئی مگر آج کی سسیاں کبھی چوہے مار گولیاں کھالیتی ہیں تو کبھی بچوں سمیت دریا میں چھلانگ لگا دیتی ہیں۔ شاہ سائیں! صرف سندھ کی شہزادیوں کا احوال نہیں سناتے وہ تو سوہنی مہینوال کے عشق کی داستان کو بیان کرتے ہوئے جب یہ لکھتے ہیں کہ سوہنی کو روز مچھلی کھلانے والے مہینوال کو طوفان کی وجہ سے مچھلی نہ ملی تو اپنا پیٹ کاٹ کر سوہنی کو کھلا دیا۔ شاہ سائیں! سوہنی تو کچے گھڑے کے باعث اور مہینوال ٹانگ کے زخم کے باعث دونوں کو دریا نے ہم آغوش کیا۔ اب تو ہمارے دریاؤں میں بھی پانی کم رہ گیا ہے۔"(9)

کشور ناہید نے اس کالم میں شاہ لطیف کی شاعری میں آنے والی تلمیحات کو بیان کیا ہے۔ آج کے دور کی سسی اور سوہنی شاہ لطیف کو پکار رہی ہیں کہ کوئی ان کے دکھ بھی رقم کرے۔ ادیب معاشرے کی آنکھ ہے وہ اس دنیا کو اپنی نظر سے دیکھتا ہے اور قلم کے ذریعے صفحات پر اتارتا ہے۔ ادب برائے زندگی کا نظریہ اس نقطہِ نظر کو سامنے رکھتا ہے کہ عوام کے دکھ اور عوام کی آواز ادیبوں کے ذریعے دنیا تک پہنچنی چاہیے۔ عوام الناس کی یہ اذیتیں کبھی شاعری کی صورت میں کبھی افسانے، کبھی ناول یا ڈرامہ اور کبھی کالم یا فیچر کے انداز میں بیان کی جاتی ہیں تاکہ دنیا ان کو پڑھ لے اور مسائل کا حل تلاش کرنے میں اتحادی رائے پیش کرے۔ ادیب شاعری، لکھے یا نثر نظم لکھے یا مرثیہ، قصیدہ خواں ہو یا غزل سرا، ہر پیرائے میں خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات ملتے رہتے ہیں۔ معاشرے کے کمزور پہلوؤں کو کبھی طنزیہ کبھی مزاحیہ انداز میں بیان کرتا ہے۔ معاشرے کے یہ چند افراد جنہیں بلند قوتِ تخیل عطا کیا جاتا ہے یہ نہ صرف کمزوریوں بلکہ معاشرے کی اچھائیوں کو بھی ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وقت کی بہتی رو میں ہر فرد بہتا چلا جاتا ہے لیکن قلم دوستی اور کتاب سے رشتہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ 2017ء میں کشور ناہید کا چھپنے والا کالمی مجموعہ "ہزار داستان" اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس میں جدید دور کے ادیبوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس کتاب میں وہ نئی کتابوں پر نظر ڈالتی ہیں۔ تنویر انجم کی شاعری کو سراہا ہے ان کا خیال ہے کہ اب شاعری چلمن کے پیچھے سے باہر آگئی ہے۔ غزلوں پر بھی مرثیوں کا اثر لگتا ہے۔ چلمن کی آڑ میں محبوب کا نظر آنا اب سکول سے نہ آنے والے بچوں کے برابر ہو گیا ہے۔ غرض انداز وہی ہے موضوع بدل گیا ہے۔ رنج و الم ذاتی ہونے کی بجائے آفاقی ہو گیا ہے۔ کشور نے اپنے کالم "میرے لیے ۲۰۱۷ء بھی کتابوں کا سال ہے" میں بہت سے ادیبوں کا دو دو سطروں میں ذکر کر کے ان کے دکھوں کو دلاسہ دینے

کی کوشش کی ہے۔ یہ اپنے انداز کا الگ کالم ہے۔ فریدہ حفیظ، نجیبہ عارف، طاہرہ اقبال، سلمٰی اعوان اور فہمیدہ ریاض کی شاعری میں جو نسوانی مظالم موجود ہیں وہ سب بتائے ہیں۔

مصنفہ نے اپنی تحریر میں آج کل کے مشاعروں کی صورتحال پر قلم اٹھایا ہے۔ عورت اگر کسی مشاعرے میں جائے تو ضروری ہے کہ بہت سا میک اپ اور بہترین لباس ہو، شاعری اچھی ہو نہ ہو سامعین کو اس سے غرض نہیں۔ مصرعوں کی بنت، وزن اور قافیہ کیسا ہے؟ پرواہ نہیں۔ کلاسیکی شاعری کی مثالوں سے کشور نے واضح کیا ہے کہ وہ مصرعے بھی خاص محبت اور وصل کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں لیکن بظاہر اتنے برے نہیں معلوم ہوتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اب عورت کو ہار سنگھار سے باہر نکل کر سوچنا چاہیے۔ نئے طریقے سے دماغوں کو روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ کشور ناہید نے کالم کا سہارا لے کر زندگی کے اہم مسائل پر بھی بات کی ہے اور ادب کے مختلف مسئلوں کو بھی سامنے رکھا ہے۔ کالم چوں کہ اخباری صنف ہے اس لیے اس میں سیاست کا در آنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں لیکن ایک ادب کا لکھاری زندگی کے ہر مسئلے پر گفتگو کرتا ہے۔ 1992ء سے اب تک کے لکھے گئے کالموں میں ادبی کالموں کی تعداد زیادہ ہے۔ تاریخ کے آئینوں سے ادب سے تعلق رکھنے والے فرد اور مسائل کو بیان کیا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ ادب کو کتنا فروغ ملا ہے۔ اردو ادب کا عالمی سطح پر کیا مقام ہے؟ اردو ادب کی پرورش کرنے والے قلموں نے کس طرح اس کی پرورش کی ہے۔ کشور ناہید اپنے ہم عصروں کو بھی اپنی تحریروں میں جگہ دیتی ہیں۔ ایک کالم میں "میری مادرِ وطن پر جھریاں پڑ چکی ہیں" میں محمد اظہار الحق کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتی ہیں:

> "اظہار الحق ہمارے ان دوستوں میں ہیں کہ ہمیں ان کی کڑواہٹ طعنہ زنی کے ساتھ صاف گوئی، حق گوئی اور بے باکی کے ساتھ اللہ کا یہ شیر روباہی کی جانب نہ شہر میں جاتا ہے اور نہ نظم و غزل میں۔ بہت سے شاعروں کے یہاں یکسانیت نثر اور شعر دونوں میں پائی جاتی ہے۔ اظہار میں کبھی کبھی قنوطیت حاوی آ جاتی ہے۔ تبھی تو اس نے اپنے اظہاریئے یعنی کالموں کے مجموعے کا نام " میری دفیات "رکھا ہے۔ یہ اشفاق احمد کی طرح ظاہری ملامتی صوفی نہیں ہے۔ ہم جیسوں کے سارے عیبوں کو تسلیم اور برداشت کرتے ہوئے مستحسن قرار دیتا ہے اور داعئ اجل کو لبیک کہنے والوں کو اچھوں کو برا کہنے والی تحریر فراہم نہیں کرتا۔"(10)

کشور ناہید کے کالم اردو ادب میں اپنا انفرادی مقام رکھتے ہیں۔ مصنفہ کے کالموں میں ادبی لہجہ اور اردو ادب سے لگاؤ کا جو تاثر نظر آتا ہے اس کی وجہ سے ان کو ادب میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ کالموں کو مختلف عنوانات اور مختلف موضوعات میں سمیٹا جا سکتا ہے۔ کالم کتابی صورت میں ترتیب وار درج نہیں۔ تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے

مجموعے میں سرورق، انتساب اور دیباچہ بھی موجود نہیں۔ فہرست کے فوراًبعد کالموں کا آغاز ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ بہت جلدی میں چھاپی گئی یہ کتابیں بلا عنوان اور بلا ترتیب شائع کر دی گئی ہیں یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ کشور یہاں بھی نئی راہ تلاش کر رہی ہیں۔ وہ اپنی کتابوں کو ان بناوٹی اندازوں سے الگ کرنا چاہتی ہیں اور تصنیف میں موجود مواد کو زیادہ اہم سمجھ کر ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔ جدید دور میں شائع ہونے والی کتابوں میں انتساب، طویل دیباچے تعریف و توصیف کے جملے اور اختتام پر مصنف کی کتب کے اشتہارات دیے جاتے ہیں جبکہ کشور آپا کی کتابوں کی اشاعت کا انداز بھی نرالا ہے۔ انھوں نے سیاسی، سماجی، ثقافتی، علمی، ادبی اور مذہبی موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ ان تمام موضوعات کو بیان کرتے ہوئے مصنفہ کا زیادہ جھکاؤ ادب کی طرف رہا ہے۔ کسی ایک خبر کسی ایک بات سے کالم لکھنا شروع کرتی ہیں اور پھر اس تحریر کو اپنی مرضی کا رخ دے کر ختم کر دیتی ہیں۔ سماجی رویوں سے بات چلے گی اور سندھ میں صاف پانی نہ ملنے پر ختم ہو گی۔ انگریزی قانون سے شروع ہو گی اور مذہبی آزادی تک جا پہنچے گی۔ بچوں کے لیے یتیم خانوں کی بنیاد رکھنے سے لے کر ثقافتی ورثے کی پامالی تک جانے والی تحریریں حکومت کو جھنجھوڑنے کے ساتھ ساتھ عوام کے اخلاقی رویوں کو بھی بیان کرتی ہیں۔ ان کالموں میں تہذیبی کلچر کے ختم ہونے کے آثار اور علمی اداروں کی صورت حال کا جائزہ بھی ملتا ہے۔ کالم جیسی مختصر صنف میں بھی اتنی طویل اور اہم چیزوں کو موضوعِ بحث لانا مصنفہ کی علمیت اور فن کا کمال ہے۔ جیسے شعر میں اپنی بات کو دو مصرعوں میں کہنا اور جذبات کو ایک غزل میں ڈھالنا آسان نہیں؛ اس کے لیے باقاعدہ اوزان و بحور کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے، اسی طرح بہت سی باتوں یا خبروں کو مختصر تحریر یعنی کالم میں ڈھالنا آسان نہیں ہوتا۔ اگرچہ کالم میں پلاٹ، کردار اور مکالمے وغیرہ کو دخل نہیں لیکن اس میں تفصیل کی گنجائش بھی نہیں ہوتی۔ کالم رومانوی صنف ہے اور نہ ہی کرداری۔ کالم نگار اپنی بات خبر کے ذریعے یا کسی پیغام کے ذریعے ہی کر سکتا ہے۔ کشور نے خبروں کو ہمارے سامنے یوں پیش کیا ہے جیسے ہم کہانی پڑھ رہے ہوں۔ ورق ورق میں آئینے کی صورت لفظوں کو اتارا ہے۔ جس طرح اقبال نے شاعری کے ذریعے اسلاف کے کارناموں سے روشناس کروا کر فکرِ فردا کی طرف لایا ہے، کشور نے کالموں میں اسی حربے کو آزمایا ہے۔ معاشرے کی جو برائی ان کی نظر میں آتی ہے وہ اسے کہانی کی صورت یا پھر بزرگوں کی کسی یاد سے جوڑ کر بیان کرتی ہیں تاکہ نئی نسل اپنی تہذیب، کلچر، ثقافت اور علم و ادب سے تعلق رکھنے والے بزرگوں اور عظیم سیاسی رہنماؤں کے بارے میں جان سکیں۔ کشور کے کالموں میں جہاں ادبی تاریخ دیکھنے کو ملتی ہے وہاں پاکستانی ثقافت کی تاریخ، فنون لطیفہ، رقص و موسیقی، شاعری و نثر، مصوری، سیاسی اور سماجی حوالے سے تاریخ بھی ملتی ہے۔ دورِ قدیم کے مشہور و معروف لوگوں کی تاریخ بھی ملتی ہے اور دورِ حاضر میں مقبولیت حاصل کرنے والے اشخاص کا ذکر بھی بڑی محبت سے کرتی ہیں۔

کالموں میں موضوعاتی تنوع کے ساتھ ساتھ اظہار کا نیا رنگ بھی ملتا ہے۔ کہیں نظم کی صورت میں تو کہیں مکالمے کی صورت میں۔ اندازِ بیان کی تبدیلی بھی ان کو دوسرے کالم نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ سیاحتی حوالے سے لکھے گئے کالموں میں کانفرنسوں کا حال بیان کیا ہے؛ سفر کی روداد لکھی ہے اور مختلف ملکوں کی سیر وسیاحت کے ساتھ ساتھ وہاں کے مقامی باشندوں کے طرزِ بود و باش، رہن سہن اور کلچر کو بھی ہمارے سامنے رکھا ہے۔ سرحدوں سے پرے لوگوں کے قصے اپنے کالموں میں لکھے ہیں۔ ہندوستان، جنوبی افریقہ، دہلی، ویتنام، لندن، یاترا، گوا، ممبئ، ماریشس، جاپان، کینڈا، انوار رادھاپور، ٹوکیو، غرض جن تمام ملکوں میں سیر کی؛ کانفرنس کے ساتھ ساتھ سفر کا حال، ایئر لائن کے مسائل، کھانے کے لوازمات، مہمان نوازی کے آداب اور کانفرنس کا حال بھی لکھا ہے۔ کشور کے بعض کالم جو سیاحتی حوالے سے ہیں ان کو سفر نامے کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اردو میں سفر نامے کی صنف میں بہت لوگوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ یہ سفر نامے باقاعدہ صنف کے طور پر ابھرے۔ بہت سے کالم نگاروں نے اپنے سفر کی روداد کالمی صورت میں بیان کی اور بعد میں انہیں کتابی صورت میں شائع کیا۔ کشور کے ایسے کالم بھی اگر الگ کر لیے جائیں تو مختلف سفروں کا بیان ان میں مل سکتا ہے اور ایک سفر نامہ جو متنوع ملکوں اور شہروں کا ہو گا، ہمارے سامنے آئے گا۔ اسی موضوع میں انھوں نے تہذیب، ثقافت یا کلچر کو بھی لایا ہے کئی جگہوں پر یہ الگ موضوع محسوس ہوتا ہے لیکن بے شمار کالموں میں سفر کے بیان کے ساتھ ملک کے کلچر کو بھی لفظوں میں ڈھال کر ہمارے سامنے رکھا ہے۔

کشور کے ادبی کالم خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کالموں کا انداز خالص ادبی ہے اور نثر میں بھی ادبیت پائی جاتی ہے۔ کشور ناہید کے ادبی کالم اردو ادب سے واقفیت کے لیے بہت اہم ثابت ہوں گے۔ ان کالموں میں بعض تنقیدی حوالے سے اہم ہیں۔ ان میں مختلف شعرا و ادبا پر تنقیدی رائے کا اظہار کیا ہے اور ان کی شاعری و نثر کو سراہا ہے۔ نئی کتابوں سے اپنے قاری کو متعارف کرواتی ہیں اور جدید دور کے شاعروں سے ملاقات بھی کرواتی ہیں۔ کسی بھی عظیم شخصیت کے چلے جانے پر کشور کے کالم اظہار افسوس کے طور پر ضرور ملتے ہیں۔ ادب کے علاوہ باقی تمام شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اہم لوگوں کے چلے جانے پر غم کا اظہار کرتی ہیں لیکن ادبی لوگوں کے اس دنیا سے رخصت ہونے پر ملال کرتی ہیں۔ آغاز سے اب تک جب سے انھوں نے کالم لکھنا شروع کیا ہے تب سے ہی ان کے کالموں میں بڑے لوگوں کی وفات کا تذکرہ ضرور ملتا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی صلاحیتوں کو سراہتی ہیں؛ ان کے کارناموں کو ہمارے سامنے بیان کرتی ہیں۔ کشور تخلیق کار کے فن کی قدر کرتی ہیں اور حکومت کو اس حوالے سے تنقید کا نشانہ بناتی ہیں کہ جب کوئی تخلیق کار اس جہانِ فانی سے کوچ کر جائے تو اس کو اتنا خراج تو دیا جائے کہ اس کی قدر آنے والی نسل کرے اور اس کے فن کو پذیرائی حاصل ہو۔ فن کار کو زندہ اس کی تخلیق رکھتی ہے اور اس کے تنِ مردہ میں جان بھی ڈالتی ہے۔ ادب میں آج بھی شاعروں اور ادیبوں کو زندہ ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ادبی تقاریب ہوں یا ادبی تخلیقات، ہم حوالے میں آج بھی

یہی لکھتے ہیں۔ میر کہتا ہے۔ غالب لکھتے ہیں۔ آزادیوں بیان کرتے ہیں۔ سرسید کا قول ہے وغیرہ، یہ سب جملے حاضر کو واضح کرتے ہیں آج بھی جملوں میں صغیہ غائب کو استعمال نہیں کیا جاتا نہ ہی "تھا" کا لفظ لکھا جاتا ہے۔ زندہ ہونے کی یہی نشانی ان کے فن کی عزت و تکریم ہے۔ فن کار اپنے فن پارے سے ہی زندہ رہتا ہے۔ مدتیں گزر جانے کے بعد بھی کتنے تخلیق کار ہماری یادوں کا حصہ ہیں۔

کشور ناہید کے کالموں کا یہ اثاثہ، تاریخ کے اوراق میں آئینے کی صورت موجود ہے جس میں گمشدہ تہذیب کی یادوں کے نقوش ہیں۔ پاکستان کی یہ کہانیاں ہمارے ان زخموں کی ترجمان ہیں جو معاشرے سے ہمیں ملتے ہیں۔ انھوں نے عوام کی جہالت اور حکمرانوں کی نااہلی کو لکھنے کی "گستاخی" بھی کی ہے۔ انھوں نے ادبی، سماجی، سیاسی، علمی، ثقافتی اور تانیثی کہانیوں کو "ہزار داستان" میں سمیٹا ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے ادبی کالم بلا شبہ ادب کا حصہ ہیں مگر سیاسی کالموں کو اسلوبیاتی اعتبار سے ادب کا درجہ حاصل ہے۔ باقی تمام موضوعات جن کو کشور ناہید نے زیرِ تحریر لایا ہے، ان کو بھی ادب کا حصہ سمجھا جا سکتا ہے کیوں کہ اب کوئی موضوع ادب سے الگ نہیں ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ سید اقبال قادری، رہبر اخبار نویسی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، 1989ء، ص302

2۔ کشور ناہید، کالم بعنوان "کتاب 'بنیاد پرستی' کہ جس کا انتساب لاؤڈ سپیکر کے نام ہے" روزنامہ جنگ، راولپنڈی، 29 ستمبر 1996ء، ص3

3۔ کشور ناہید، ورق ورق آئینہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2006ء ص 321-22

4۔ ایضاً، ص333

5۔ کشور ناہید، گمشدہ یادوں کی واپسی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء، اختتامیہ

6۔ ڈاکٹر اجمل نیازی، کالم بعنوان نازبٹ کے لیے ایک ادبی کالم (بے نیازیاں)، نوائے وقت، لاہور، 16 جنوری 2018ء ص3

7۔ کشور ناہید، گستاخی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء، ص 10

8۔ ایضاً، ص127

9۔ کشور ناہید، ہزار داستان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، ص 25

10۔ کشور ناہید، بند دروازوں کی چیخیں، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2021ء، ص35

References in Roman Script:

1. Iqbal Qadri, Rahbar-e-Akhbar Nawisi, Taraqi Urdu bureau, New Dehli, 1989, p.302
2. Kishwar Naheed, column “kitab, bunyad parasti, ky jis ka intasab loud speaker ky naam hy”,Daily Jang, Rawalpindi, 29 september 1996, p. 3

3. Kiswar Naheed, Warq warq Ainna, sang-e-meel publications, Lahore, 2006, p. 321-22
4. Ibid., p. 333
5. Kishwar Naheed, Gumshuda Yadoon Ki wapsi, sang-e-meel publications, Lahore, 2015, Book End Title
6. Ajmal Niazi, column by the Name of “Naz But kay liy aik adabi column (Baynayaziayin), Nawa e Waqt, Lahore, January16, 2018, p. 3
7. Kishwar Naheed, Gustakhi, sang-e-meel publications, Lahore, 2017, p. 10
8. Ibid., p. 127
9. Kishwar Naheed, Hazar Dastan, sang-e-meel Lahore, 2019, p. 25
10. Kishwar Naheed, Coulm titled “Meri madar e watan par Jhurriyan par chuji hain” Mashmoola”Band Darwazoon ki Cheekhain, sang-e-meel publications, Lahore, 2021, p. 35